سندھی بزرگوں کا سیاست میں حصّہ

جناب مولائی شیدائی

مترجم رحمت فرخ آبادی ایم، اے

درج ذیل مقالہ سہ ماہی سندھی رسالہ "مہران" کے شمارہ ۳ اور ۴ ۱۹۵۸ء میں شایع ہوا تھا، اس میں ان بزرگانِ دین کے حالات ہیں، جنہوں نے سندھ کی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا، اگر ہم صرف ان ہی چند بزرگوں کے جامع اور مکمل کوائف بیان کرنے پر تکیہ کریں تو کئی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں اور ان کے حالات اور افکار ہمارے لئے درسِ عبرت اور مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔

سندھ میں جگہ جگہ ہمیں خانقاہیں ملتی ہیں جو ان بزرگوں کی یادگاریں ہیں، جنہوں نے گوشہ نشین ہوتے ہوئے بھی اس دور میں حکومتیں قائم کیں جب کہ حاکمِ وقت فوجی طاقت کے بل بوتے پر حکومت کرتے تھے۔ دورِ جدید میں ان بزرگوں کی یادگار صرف اس طور پر منائی جاتی ہے کہ ان کے گدی نشین صرف سالانہ عرس کے موقع پر شعر و شاعری، سماع اور سرود، ذکر و فکر اور ادبی محافل منعقد کراتے ہیں۔

دورِ جدید میں ان میں سے کئی بزرگوں کے گدی نشین حضرات کے مریدوں اور معتقدوں کی تعداد کافی سے زائد ہے اور اسی بنا پر وہ رسمی طور پر ملکی سیاست میں حصّہ لینے اور اسمبلی کی ممبری کو ایک بلند سیاسی معیار تصوّر کرتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل اس کا یہ تصور نہ تھا۔

اپنے تابناک ماضی میں حکومت سندھ کا نظام شخصی غیر محدود تھا، جب حاکم وقت میں نظامِ حکومت کو صحیح طور پر اصولوں کے مطابق چلانے کی صلاحیت ہوتی تو عوام اپنی زندگی فارغ البالی اور امن وامان سے بسر کرتے لیکن جب حاکمِ وقت نااہل اور عمال راشی وظالم ہوتے تو عوام حکومت سے بیزار ہو جاتے۔ ایسے وقت میں یہ گوشہ نشین بزرگ جو توحیدِ اسلامی کی تبلیغ کے علاوہ فیضِ روحانی بھی رکھتے تھے عوام کو کرب وبلا سے نجات دلانے کے لئے حکومتِ وقت سے کوئی تعلق نہ رکھنے کے باوجود سیاست میں کود پڑتے تھے اور طاغوتی اور جبروتی قوتوں کا مقابلہ کرتے۔ ذیل میں ہم ایسے ہی چند تاریخی بزرگوں کے حالات درج کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

(۱) سید علی مکی

سندھ کا راجہ دلورائے بہت ہی عیاش اور ظالم تھا ہر رات کسی نہ کسی دوشیزہ کو اپنے نفس کی بھینٹ چڑھاتا۔ مسٹر بھیرومل کے بیان کے مطابق اس نے اس سلسلہ میں اپنی سگی بھانجی اور بھتیجی تک کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ عوام اس کے ظلم وستم سے سخت نالاں اور درباری امراء ورؤساء اس کی نفسانی ستم ظریفیوں سے سخت پریشان تھے۔ جب اس کے ظلم وستم کی آواز دربارِ بغداد تک پہنچی تو ساداتِ کرام میں سے سید علی مکی الہاشمی جہاد فی سبیل اللہ کے ارادے سے سندھیوں کی مدد کے لئے آئے اور راجہ دلورائے کے تخت وتاج کے ساتھ اس کے مظالم کا خاتمہ کیا۔ اس بزرگ ہستی کا یہ کارنامہ تاریخِ سندھ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

(۲) شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

شیخ الشیوخ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے آباؤاجداد غازی محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ آئے اور منصورہ کے قریب ایک گاؤں "بانیہ" میں قیام کیا،

شیخ صاحبؒ ہماری خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس نے سنہ ۸۰۲ء سے ۱۰۱۰ء تک منصورہ پر حکومت کی۔ جب ۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے منصورہ پر قبضہ کیا تو ہماری خاندان سکھر میں اقامت پذیر تھا۔ شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ آپ کے دور میں ملتان کے حاکم ناصرالدین قباچہ التمش کے خلاف تھے، اور تختِ دہلی حاصل کرنے کے لئے سازشیں کر رہے تھے، چنانچہ قباچہ کی اس روش سے قاضی شہر جناب شرف الدین اصفہانی اور شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے خطوط کے ذریعہ التمش کو اطلاع دی، اتفاق سے یہ دونوں خط قباچہ کے ہاتھ لگ گئے اور اس نے مشتعل ہوکر دونوں کو دربارِ عام میں بلایا اور خطوط پڑھنے کا حکم دیا، قاضیٔ شہر تو کانپنے لگے، چنانچہ سلطان کے اشارہ سے جلاد نے چشم زدن میں فوراً قاضی شہر کا سر تن سے جدا کردیا، لیکن حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے نہایت بے باکی سے سلطان کو مخاطب کرکے کہا:-

"میں نے جو کچھ خط میں لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ سب میں نے خدا کے حکم سے اور عوام الناس کی بھلائی کی خاطر کیا ہے، کیونکہ تو سازشی ہے اور رعیت کو تاریکی کی طرف لے جا رہا ہے، اس طرح التمش کو اطلاع کرنا میرا فرضِ اولین ہے۔"

یہ جواب سن کر ناصرالدین قباچہ پر اتنا خوف طاری ہوا کہ اس نے اس خدارسیدہ بزرگ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ واپس کردیا۔

(۳) مخدوم جہانیاں

سنہ ۷۶۴ھ میں سلطان فیروز شاہ تغلق اسّی ہزار فوجیوں کا ایک لشکرِ جرار اور ہاتھیوں کا جم غفیر ساتھ لے کر سندھ پر حملہ کی غرض سے آیا، یہ دیکھ کر ایک طرف تو جام بابینہ نے سندھ کے تمام زمینداروں کو فصلیں تباہ کرنے کا حکم دیا تاکہ سندھ میں قحط کے آثار پیدا ہوسکیں اور دوسری طرف حضرت سید جلال الدین جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے صلح کرانے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ کے حکم سے سلطان فیروز شاہ تغلق نے جام بابینہ نے صلح کرلی

اور سندھ، دہلی کے پنجۂ استبداد سے بچ گیا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے سیوھن کا علاقہ آپ کو بطور جاگیر دینے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

(۴) سید ابوالغیث بکھریؒ جام فتح خاں بن اسکندر (سمہ سلاطین) کے دور میں میرزا پیر محمد نے ملتان اور اوچ کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد بکھر قاصد روانہ کیا تاکہ یہاں کے عوام اطاعت قبول کرلیں۔ چنانچہ عوام کو اس خوف وہراس سے نجات دلانے کے لئے حضرت ابوالغیث بکھریؒ نے ملتان جاکر مرزا پیر محمد سے ملاقات کی اور بکھر کے عوام کے لئے سلامتی کی سفارش کی۔

مؤرخ کہتے ہیں کہ سید ابوالغیث کے حاضر ہونے سے پہلے مرزا پیر محمد نے ایک رات رسول اکرمؐ کا خواب میں دیدار کیا۔ حضورؐ نے اسے ہدایت کی کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور تجھے ہر طرح سے اس کی پاسداری کرنا ہے۔ ان کی اس طرح نگہداشت کرجس طرح تو اپنے بچوں کی کرتا ہے، اس خواب کے گیارہ دن بعد سید ابوالغیثؒ مرزا کے سامنے سر دربار حاضر ہوئے۔ سید صاحبؒ کو دیکھ کر مرزا تخت سے اتر کر استقبال کے لئے آگے بڑھا، سید صاحبؒ کو تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دی، اور کافی عزت و تکریم کی۔ جب ابوالغیثؒ بکھر واپس آئے تو پیر محمد نے آپ کو ایک نہایت عمدہ گھوڑا اور دیگر بیش قیمت اشیاء بطور نذرانہ دیں۔ علاوہ ازیں الور کا علاقہ بطور جاگیر بخشا۔

۵۔ مخدوم بلاول سمورحؒ مخدوم بلاول کا مزار موضع باغبان ضلع دادو میں ہے اور وہاں ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو میلہ لگتا ہے۔ مخدوم بلاولؒ ایک اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے۔ ان کے زمانہ میں سومرہ سلاطین کے بعد اہل سمہ سندھ کے حکمراں تھے۔ یہ ابتدا میں تخت دہلی کے زیر اثر تھے، آخری سمہ حاکم کے دور میں جب سندھ اندرونی آزادی حاصل کرچکا تھا۔ اس آخری حاکم کا نام جام نظام الدین تھا۔ اس کے ایک وزیر دریا خاں نے تحریک آزادیٔ سندھ کی ابتدا کی۔ اس قومی تحریک میں مخدوم بلاولؒ اپنے دو خلفاء سید حیدر سنائی اور مخدوم ساہڑ کے ساتھ شریک تھے۔ دریا خاں کے بیٹوں محمود اور مٹھن خاں نے شاہ بیگ ارغون سے نجات حاصل کرنے

کے لئے ٹلٹی کے قریب فوج جمع کی ۔ مرزا شاہ بیگ ارغون نے کئی عالم دریا خاں کے بیٹوں کو سمجھانے کے لئے روانہ کئے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔ ان حالات کے تحت ، مرزا شاہ بیگ ارغون کی فوجی طاقت کو دیکھتے ہوئے ، مخدوم بلاولؒ کی ہدایت کے مطابق جام سارنگ ، رانا رمل ، سوڈھو اور اس کے بھائی جودھا سنگھ سوڈھو نے ٹلٹی کے قلعہ میں اپنی فوجی طاقت میں مزید اضافہ کیا ۔ اس جنگ میں میر فاضل کوکلتاش نے شاہ بیگ ارغون کا کافی لشکر تہ تیغ کیا تھا لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری ، ٹلٹی پر حملہ آور ہوا ۔ اس جنگ میں جودھا سنگھ مارا گیا ، دریا خان کے دونوں بیٹے بھی کام آئے ، مخدوم بلاولؒ پر شاہ بیگ ارغون نے پہلے تو بھاری جرمانہ عائد کیا لیکن بعد میں شہید کرادیا ۔

(۶) قاضی قاضنؒ

قاضی قاضن سیوہانی ، ابن قاضی ابوسعید ابن قاضی زین العابدین ابن قاضی قاضن حافظ قرآن ، قاری ، محدث ، مفسر اور اصول فقہ و تصوف کے جید عالم تھے ۔ آپ کئی چیزوں کے بانی تھے ۔ ۱۵۲۰ء میں شاہ بیگ ارغون نے دریا خان کو شکست دینے کے بعد لگاتار نو دن ٹھٹہ کو جو اس زمانہ میں پایہ تخت تھا لوٹنے کا حکم دیا ۔ اس لوٹ مار میں جو آدمی قید ہوئے ان میں قاضی قاضن کے اہل و عیال بھی تھے جن کو آپ ٹھٹہ کے قرب و جوار میں تلاش کر رہے تھے ۔ ان حالات کے تحت آپ نے عوام کی درد انگیز تباہی و بربادی کی داستان پر مشتمل ایک خط حافظ محمد شریف کے ہاتھ شاہ بیگ ارغون کے پاس بھجوایا ، جسے پڑھ کر اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے عام معافی کا حکم دیا نہ صرف یہ بلکہ اب اس واقعہ کے بعد قاضی قاضن مقامی معاملات آپ ہی کے مشورہ سے طے کرنے لگا ۔

مخدوم محمد بھٹی ہالائیؒ

مخدوم محمد بھٹی ، حضرت مخدوم محمد اسحٰق بھٹی ہالائی کے فرزند اور ظاہری اور باطنی علوم کے ایک جید عالم تھے ، ان کے حاکم وقت سے ہمیشہ اچھے مراسم رہے ۔ ایک دفعہ مخدوم صاحب مظلوم کی دادرسی کے لئے ٹھٹہ کے حاکم جام نندا کے پاس گئے ۔ جام نے کہا کہ مجھے تمہارے بھائی مخدوم احمد

کی زیارت کا ازحد شوق ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کب میری پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی میری ان سے کوئی حاجت ہے ۔ ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ مخدوم احمد آگئے جام نے نہایت عقیدت و مسرت سے مخدوم احمد کی دست بوسی کی اور جس کام کے لئے مخدوم محمد گئے تھے کر دیا ۔

(۸) مخدوم نوح ہالائیؒ حضرت مخدوم نوح غوث الحق ہمیشہ حالت استغراق میں رہتے لیکن حاکم وقت کے ساتھ بہت دلیری سے پیش آتے ۔ سیوھن میں جب ہمایوں نے مرزا شاہ حسن کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد روہڑی جانے کا ارادہ کیا تو مرزا شاہ حسن نے اپنی تمام رعایا کو حکم دیا کہ کوئی بھی ہمایوں کو اپنی کشتی نہ دے ۔ اس پر مخدوم نوح نے کہا کہ معزول شہنشاہ سندھیوں کا مہمان ہے اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ اس کی اس مصیبت پر مدد کریں ۔ شاہ حسن ارغون نے جب مخدوم نوح کا یہ حکم سنا تو پیچ و تاب کھانے لگا لیکن اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اپنے وقت کے غوث سے اس سلسلہ میں کچھ معلوم کر سکے ۔

مرزا عبدالباقی اتنا ظالم تھا کہ ٹھٹھ کے مسلمانوں اور ہندوؤں نے اپنی عبادت گاہوں میں اس کے مظالم سے نجات پانے کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دی تھیں ۔ ایک دفعہ جب مخدوم نوح ٹھٹھ میں میر علی شیرازی کے یہاں مہمان تھے ، تو مرزا عبدالباقی نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت کے استحکام کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں ۔

۱ ـــ مٹی کا قلعہ یعنی رعایا ۔ جب رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے گا تو وہ خوش رہے گی ۔

۲ ـــ دوسرا لوہے کا قلعہ یعنی فوج ، جس کے استحکام کے لئے دولت درکار ہے ، یعنی جب رعایا خوشحال اور فارغ البال ہوگی تو حکومت کے پاس دولت کی فراوانی ہوگی اور

۳ ـــ تیسرا فولادی قلعہ یعنی اہل اللہ ، علماء کرام اور ادباء ۔ جب انہیں حکومت کی طرف سے کافی مراعات حاصل ہوں گی تو ملک میں تعلیم عام ہوگی ، کیونکہ ان افراد

کے لئے فکرِ معاش سے آزاد ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ تندہی سے کام کریں گے۔ ان کی دعائیں اور خدمات حکومتِ وقت کے لئے فولادی قلعہ کا کام دیں گی۔

(۹) **شیخ بہاءالدین گوڈڑیو (دلقپوش)** آپ حضرت مخدوم نوحؒ کے خلیفہ تھے آپ اپنے وقت کے عارفِ کامل، عالم باعمل اور فقیہ بے بدل تھے۔ ایک شخص ملا محمد حسن نامی آپ کا دلی دوست تھا، وہ ایک دفعہ علاقہ کچھ کی سیر کرتے ہوئے راجکماری پر عاشق ہوگیا۔ جب راجہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے محمد حسن کو قید کردیا۔ شیخ صاحب اس خبر کے سنتے ہی عازم کچھ ہوئے، ان دنوں کچھ میں سخت قحط تھا اور عوام بارش کے لئے ترس رہے تھے۔ راجہ نے شیخ صاحب سے کہا کہ اگر آج رات اتنی بارش ہو جائے جو ساری آبادی کے لئے کافی ہو تو وہ ملک کی خوشحالی کی خاطر اپنی بیٹی کی قربانی سے دریغ نہ کرے گا اور ملا کو آزاد کردے گا۔ اس واقعہ کے کچھ دیر بعد ہی اتنی بارش ہوئی کہ عوام پناہ مانگ گئے۔ چنانچہ اس طور پر ملا محمد حسن آزاد ہوئے۔

ان ہی دنوں نواب شریف خاں، جہانگیر کی طرف سے ٹھٹہ کا گورنر مقرر ہوا۔ ۱۰۳۵ھ میں شہزادہ خرم یعنی شاہجہان نے اپنے باپ سے ناراض ہو کر سندھ کا رخ کیا تو شریف خاں حاکم ٹھٹہ نے رکاوٹ پیدا کی۔ شہزادہ اس پر شیخ صاحب کی خدمت میں دعاطلبی کے لئے حاضر ہوا۔ اس پر شریف خاں نے انہیں بھی جیل میں بند کردیا اور ان کے قیمتی کتب خانہ کو تباہ و برباد کردیا۔ ان حالات میں جب آپ کے دوستوں نے آپ سے کسی کرامت کے اظہار کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ کرامت سے شہرت ہوتی ہے جو مردانِ خدا کے لئے آفت ہے۔

(۱۰) **سید صبغۃ اللہ شاہ راشدی** ۱۸۲۷ء میں رنجیت سنگھ کے زمانہ میں پنجاب میں مسجدوں کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا گیا تھا، اس سلسلہ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ خالصہ سرکار کی حدود میں اذان نہ دی جائے۔ پنجاب

کی مسلمان قوموں یعنی ٹوانہ، اعوان، سیال اور اہلِ قصور کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سکھوں کا مقابلہ کر سکیں۔ پنجاب میں سکھوں نے مسلمانوں پر جو مظالم کئے ان کے استیصال کے لئے شاہ عبدالعزیزؒ کے دو مریدوں سید احمد بریلویؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ سید احمد بریلویؒ جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پہ سندھ آئے۔ حضرت سید صبغۃ اللہ شاہ راشدی یعنی پیر صاحب پاگاڑو شریف نے آپ کو حروں کا ایک دستہ بطور امداد دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالحیؒ نے اپنے فتوؤں سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ ان مجاہدوں کا یہ پروگرام تھا کہ خیبر سے ہگلی تک بطرزِ خلافتِ راشدہ اسلامی جمہوریت قائم کی جائے۔ سندھی علماء میں حضرت پیر صبغۃ اللہ شاہؒ نے اس جہاد میں عملی حصّہ لیا، مجاہدوں نے ۲۳ رجون ۱۸۳۰ء کو پشاور پر قبضہ کیا۔ انگریزی سامراج کے نمک خوار بازیگروں نے صوبہ سرحد میں وہ ہنگامہ برپا کیا کہ حضرت سید احمد بریلویؒ اور سید اسمٰعیل شہیدؒ سکھوں سے لڑتے ہوئے ۱۸۳۱ء میں شہید ہو گئے۔

(۱۱) سید فتح محمد شاہ لکیاریؒ

۲۳ رجنوری ۱۸۴۳ء کو بلوچ قبائل نے حیدرآباد میں میجر اوٹرم کی ریزیڈنسی پر حملہ کیا۔ چنانچہ سر چارلس نیپیر نے پیر ابوبکر، وتھان، شہداد انی اور مانکانی کے علاقوں کے ٹالپوروں کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں ورنہ قلعہ حیدرآباد کو تباہ کر دیا جائے گا۔ چارلس نیپیر جیسے بدماغ کی اس بیجا للکار پر سید فتح محمد شاہ لکیاریؒ نے اہلِ سندھ کو انگریزوں کے خلاف دعوت جہاد دی، اور اپنے مریدوں کے ہمراہ میانی کے میدان میں بلوچی لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آپ کی دعوت پر سندھ کے کئی سادات گھرانوں نے اس جنگ میں حصہ لیا۔ جنگ کے دوران انگریزوں کی گولہ باری کی وجہ سے تین گھنٹوں کے بعد لغاری اور تھورخاندانوں نے راہ فرار اختیار کی، پھر بھرگڑی دستوں میں افراتفری پھیلی لیکن اہل سادات آخر دم تک لڑتے رہے۔ میانی کی جنگ ہندوستان کی جنگوں میں خونریز اور فیصلہ کن شمار کی جاتی ہے۔

(۱۲) حضرت پیر صبغۃ اللہ شاہ ثانیؒ

دوسری جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے آپ پر کئی الزامات عائد کئے اور ان کو تکلیفیں

دیں۔ چنانچہ آپ کے عقید تمندوں نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ حُروں کو انگریزوں نے بری طرح تباہ و برباد کیا۔ آپ نے اسی جہاد میں جامِ شہادت نوش کرکے اہلِ سندھ کے لئے ایک لافانی مثال قائم کی۔

(۱۳) مولانا تاج محمود امروٹی سندھ کے آخری دور میں جو باکمال اصحاب گزرے ہیں ان میں مولانا مرحوم ایک اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر پیر جو گوٹھ جاکر فارسی علم وادب کی تحصیل کی، اور عربی علوم درسیہ وفقہ کی تعلیم عالمِ شباب میں مولانا عبدالقادر بہنواری سے حاصل کی۔ پھر تعلقہ میرپور ماتھیلو میں اپنے والد کی وصیت کے مطابق حافظ محمد صدیق کے چشمۂ فیض وعرفان سے فیضیاب ہوئے۔

امروٹ شریف وہ جگہ ہے جہاں مشہور لیڈر اور عالم دین مولانا عبیداللہ سندھی نے ابتدائی علوم کی تحصیل کی۔ آپ نے شدھی وشنگھٹن تحریک کے دوران تبلیغ اسلام شروع کی۔ اس کام کے علاوہ آپ کی زندگی کا دوسرا روشن پہلو جہاد ہے، ۱۹۱۹ء میں خلافت تحریک کے دوران آپ کا یہی موضوع تھا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ میں صدر مقرر ہوئے۔

آپ کے ادبی کارناموں میں مثنوی یوسف وزلیخا کا سندھی منظوم ترجمہ اور قرآن کریم کا سندھی ترجمہ قابل ذکر ہے۔ آپ کا انتقال ۵ نومبر ۱۹۲۹ء کو ہوا۔

هرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما